گریز کی راہیں

- ماحول کے تقاضے سے کوئی مخصوص پالیسی مرتب کی جاسکتی ہے لیکن نصب العین اور مقصدِ حیات میں ترمیم اللہ اور رسول سے بغاوت اور ملی خودکشی
- مثال اس اندھے کی جو کسی گہرے کھڈ کی طرف اپنے خیر خواہ کی تنبیہ کو سنی ان سنی کرتے ہوئے [لیکن ساتھ میں اس کے خلوص کے قصیدے پڑھتے ہوئے] بڑھا چلا جارہا ہو
- امت کے ۹۹% سے زیادہ افراد اپنے جرم [نصب العین کو بھول جانے کا] کا کفارہ ادا کرنے کی بجائے یا اپنے عمل سے اس داغ کو دھونے کی بجائے فرار اور گریز کے فلسفے تراشنے میں لگے ہوئے ہیں

گریز کے فلسفے

ا۔ دین کے جزوی اتباع پر اطمینان

"اجتماعی احکام کا نفاذ اسلامی حکومت کی ذمہ داری۔ اگر ایسی حکومت ہی نہ ہو تو ایسے احکام "حالتِ اضطرار" میں آجاتے ہیں جن کا توڑنا شریعت میں مباح ہے"

i۔ پورے مجموعہ شریعت کی پیروی لازم

- یہ کہنے کی کوئی جسارت نہیں کرسکتا کہ عبادات اور اخلاق کے ماسواء جو احکام ہیں وہ نعوذ باللہ بھرتی کے مضامین ہیں
- یہ حق کسی کو نہیں پہنچتا کہ قرآن کے بعض احکام کو مانا جائے اور بعض سے بے رُخی برتی جائے۔ مسلمان نام ہی ہے کامل اطاعت کا

ii۔ سیاسی اقتدار سے محرومی کا عذر

- اجتماعی احکام کی اصل مخاطب اور ذمہ دار پوری امت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا بالفعل نفاذ صرف اولوالامر کرتے ہیں
- سیاسی اقتدار نہ ہونے کی صورت میں ذمہ داری کم نہیں بلکہ دُگنی ہو جاتی ہے۔ نماز کو اس وجہ سے ترک نہیں کرسکتے کہ قرآن یاد نہیں
- اگرچہ یہ دشوار کام ہے لیکن مومن کی طاقت خواہ وہ ذہنی ہو یا جسمانی یا مالی اس کی اپنی ملکیت تو نہیں بلکہ یہ تو ایک امانت ہے

iii۔ "اضطرار" کا عذر

- ان احکام کے سلسلے میں جن میں اقتدارِ کفر بھی مانع نہیں یہ عذر کہ "اضطرارا" ایسا ہو رہا ہے بالکل لایعنی ہے۔ اس لئے کہ قانونِ اضطرار مشروط ہے اس بات پر کہ:

  ا۔ حالت واقعی مجبوری کی ہو اور لقمہءِ حرام کے سوا جان بچانے کا کوئی ذریعہ ممکن نہ ہو

  ۲۔ دل میں اسکی کوئی رغبت نہ ہو بلکہ شدید جذبہ کراہت کے ساتھ

  ۳۔ استعمال صرف اس حد تک جس سے جان بچائی جاسکے
- دین کے جزوی اتباع پر مطمئن رہنا ایک غلط فہمی بلکہ نا فہمی ہے۔ ایمان کے بے جان ہونے کی دلیل ہے اور فوری طور پر پوری قوت سے اسے توڑا نہ گیا تو قلب ملت کی وہ کمزور دھڑکنیں بھی ختم ہو جائیں جو ابھی تک کبھی کبھی محسوس ہو جایا کرتی ہیں

۲۔ ناساز گار حالات کا عذر

"علانیہ اس نصب العین کو پیش کرنا ناعاقبت اندیشی، خلاف مصلحت، وقت اور قوت کا ضیاع اور مفادِ ملت کے لئے مہلک۔ ایسی جزئی تدابیر اختیار کی جائیں جو ممکن العمل ہوں اور جب ان تدابیر کے نتیجہ میں حالات ساز گار ہو جائیں تب براہِ راست جدوجہد"

- تاریخِ انبیاء کو اگر ہم نے مشرکین کی طرح "اساطیر الاولین" کی حیثیت نہ دے رکھی ہو تو ان کا اسوہ ہمیں بتاتا ہے کہ وہ اقامتِ دین کا مشن لے کر دنیا میں اسی وقت بھیجے گئے جب حالات کی ناسازگاریاں اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھیں
- یہ کہا جاسکتا ہے کہ "حالات" بہر حال ایک حقیقت ہیں جن کا اثر جدوجہد پر پڑتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے لیکن حالات کی ناسازگاریاں اس جدوجہد کو ملتوی یا منسوخ نہیں کر دیتیں بلکہ حالات جتنے زیادہ ناسازگار ہوں، مہم اتنی ہی پرجوش اور شدید ہو گی
- اگر حالات ناکامی کا یقین دلارہے ہوں تب یہ کہنا کہ اقامتِ دین کی جدوجہد ممکن ہی نہیں، گویا یہ کہنا ہے کہ اس دور میں مسلمان ہونا ممکن ہی نہیں اس لئے کہ یہی اسلام کی روح اور حرکتِ قلب ہے
- جب مارکس کے پیرو اپنے نصب العین کی خاطر زار نکولس سے بھڑ سکتے ہیں، جاپان و جرمن قوموں کا اپنے نصب العین سے عشق ساری دنیا کو للکار سکتا ہے تو کیا یہ ہمارے لئے غیرت کا مقام نہیں کہ رضائے الٰہی اور اُخروی سعادت کا نصب العین ہمارے قلب میں چنگاری تک پیدا نہ کر سکے
- "اہلِ دانش" کا یہ ریمارک کہ یہ سب جذباتی باتیں ہیں جن کا عمل کے میدان سے کوئی تعلق نہیں، خود بخود یہ سوال ہمارے لئے کھڑا کر دیتا ہے کہ ایسا دین قبول ہی کیوں کیا جائے جو بار بار اور کھلم کھلا اس "جذباتی طرزِ عمل" کی تلقین کرتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات اس دین پر نہیں بلکہ اپنی عقل و فہم پر ایمان رکھتے ہیں
- مقصد کا تعین، "عقل" کرتی ہے۔ کام کی نوعیت اور مراتب کا تعین بھی "عقل" کرتی ہے لیکن اس کے بعد "جذبات" کی شرکت لازمی ہو جاتی ہے، بلکہ یہاں "جذبات" ہی ہوتے ہیں جو عمل میں ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ مقصد کے حصول میں "جذبات" سے کام لینا بھی "عقلیت" ہے۔ "جذباتیت" نہیں۔
- اقامتِ دین کے معنی اسلام کو بالفعل نافذ کرنا نہیں بلکہ اس کو قائم کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت سے جدوجہد کرنا ہے۔ اس لئے اس تحریک میں دیگر دنیوی تحریکوں کی طرح ناکامی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مومن کا اصل مقصود "رضائے الٰہی اور فلاحِ آخرت ہوتا ہے
- کامیابی کے عمومی مفہوم کو سامنے رکھا جائے تب بھی اس دنیا میں اس جدوجہد کی کامیابی کے امکانات بہت زیادہ روشن ہیں

۱۔ اگر امت کا ۱۰/۱ یا ۲۰/۱ حصہ ہی سہی اس کام کی انجام دہی میں لگ جائے تب انکی اخلاقی قوت ایک دنیا کو بدل سکتی ہے

۲۔ انسان فطرت کے اعتبار سے "خیر پسند" واقع ہوا ہے۔ اگر نظری اور عملی ہر دو طریقوں سے حق بے حجاب ہو جائے تو عملا "وہ اس کی طرف لپک پڑے گا

۳۔ زمانے کا "ارتقائی رجحان" جس نے گروہی و مذہبی عصبیت کے خاف ایک عام فضا بنادی ہے، بڑی حد تک انسانی فکر کو پختہ کر چکا ہے

۴۔ تبلیغ واشاعت کے ذرائع لامحدود ہو چکے ہیں

۵۔ فکری انقلاب، اوہام کے ساتھ بہت سے حقائق بھی اپنے جوش میں بہالے گیا، لیکن اب وہ اپنی بے اعتدالی اور اسکے برے نتائج کو عملا" محسوس کر رہا ہے

۶۔ وہ خدا جو باطل کی دی ہوئی قربانیوں کو اس دنیا میں رائیگاں جانے نہیں دیتا بلکہ اسے کامیابی سے ہمکنار کر دیتا ہے، حالانکہ اسے وہ ناپسند اور مبغوض ہے، حق کی خاطر دی جانے والی قربانیوں کو کیوں کر رائیگاں جانے دے گا جو اسے انتہائی پسند اور محبوب ہے

۷۔ حق کے علمبرداروں کی غفلت اور انکی حق سے دوری کے باعث باطل نے جس گھر پر قبضہ جمار کھا ہے [اس لئے کہ اللہ کی یہ سنت ہے کہ یہ گھر کبھی بے آباد نہ رہے]، اگر اس کے اصل مکیں غفلت سے نکل کر پرچمِ حق کو دوبارہ تھام لیتے ہیں تو قرآن انھیں نوید دیتا ہے۔ "وجاء الحق وزھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا"

- اس سلسلے میں قومی مفاد کی دہائی دی جاتی ہے کہ قوم کا مادی و معاشی مفاد شدید خطرے سے دوچار ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں پہلے یہ جان لینا چاہیئے کہ اس دل میں خدا کی محبت ہے یا قوم اور قومی مفاد کی۔ زمانہ نبوت میں منافقین کے نفاق کی بنیاد یہی مفاد پرستانہ ذہنیت تھی۔ دوسرے، قران اس کے برعکس، اقامتِ دین کے فریضہ کی بجاآوری کے نتیجہ میں ان تمام قومی مفادات کے تحفظ کی ضمانت بھی دے دیتا ہے جس کے تعلق سے یہ خدشات ظاہر کئے جاتے ہیں:

۱۔ امن کا وعدہ [سورہ انعام: ۸۲]

۲۔ آسمانوں اور زمین سے برکتوں کا نزول [الاعراف: ۹۶]

۳۔سیاسی سربلندی[انبیاء: ۱۰۵]

- اب اگر کسی بدنصیب کو اللہ کے وعدوں پر اعتماد ہی نہ ہو اور جو ایمان کی قوتِ تسخیر سے ہی بدگماں ہو تو بڑی زبردستی کرتا ہے، اگر امتِ مسلمہ کے معاملے میں کچھ بولنے کا اپنے آپ کو حقدار سمجھتا ہے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ "امن" ،"خوشحالی" اور" سربلندی" ابتلاء وآزمائش، دشواریوں اور مراحل سے گزرنے کے بعد ہی حاصل ہونگی

پھیر کا راستہ: اس کی کوئی گنجائش نہیں۔اگر یہ قابلِ عمل ہوتا یا اس میں کوئی دینی مفاد مضمر ہوتا تو انبیاء کی تاریخ میں کہیں سے تو ہمیں کوئی سراغ مل جاتا۔ یہاں تو حسن وجمال، دولت کے ڈھیر، سرداری کی پیشکش۔۔۔ان سب کو محض اس وجہ سے ٹھکرادیا جاتا ہے کہ اس جدوجہد میں کسی "پھیر کے راستے" کی گنجائش ہی نہیں۔نہ عقل اسکی حمایت کرتی ہے نہ حق کی فطرت اسے گوارا کرتی ہے

۳۔تاریخِ خلافت کا استدلال

" نصب العین برحق، لیکن صدیق وفاروق کہاں سے لائیں؟ جس مشن کو حضور ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت ۳۰ برس سے زیادہ نہ چلا سکی اس کے لئے ہم ضعیف الایمان لوگوں کا دم خم دکھانا گویا تقدیر سے لڑنا ہے۔"

- اگر خلافتِ راشدہ ۳۰-۴۰ سال تو درکنار اگر اپنی معیاری شکل میں ایک دن بھی قائم نہ رہ سکی ہوتی تب بھی اقامتِ دین کی ذمہ داری جوں کی توں باقی رہے گی اس لئے کہ فرائض کا تعین نصب العین کرے گا نہ کہ تاریخ
- اگر یہ منطق مان لی جائے کہ چونکہ ہم ابوبکر وعمر اور صحابہ کرام جیسا ایمان نہیں لاسکتے، اسلئے اقامتِ دین کی جدوجہد لایعنی ہے اس لئے کہ ۳۰ برس سے زیادہ اسے چلایا نہ جاسکا تو پھر ان مطلوبہ صفات کے لئے کوشش، حتّٰی کہ مسلمان باقی رہنے کی کوشش بھی بند کردینی چاہیئے۔اگر کوئی ایسا کہنے کی جراءت نہیں کرتا تو پھر اقامتِ دین کے سلسلے میں ایسی سوچ، چہ معنی؟؟
- یہ غلط فہمی بھی قصداً" پیدا کی گئی ہے کہ اسلامی نظام صرف ۳۰ برس تک ہی باقی رہا۔جس طرح صدیق وفاروق کی شخصیتیں بے داغ تھیں ان کی خلافت بھی "خیرِ کامل" کا نمونہ تھی۔اور جس طرح بعد کی شخصیتیں ناقص تھیں، ان کے طرزِ خلافت میں بھی نقص تھا۔جس طرح بعد کے افراد کی کمزوریوں پر تنقید تو کی جاسکتی ہے لیکن انھیں دائرہِ اسلام سے خارج نہیں دیا جاسکتا اسی طرح بعد کے سیاسی ڈھانچے پر تنقید تو کی جاسکتی ہے لیکن اسے بالکل غیر اسلامی اور جاہلی قرار دینا زیادتی ہے۔اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس طرح کے ناقص نظام پر مطمئن ہوجانے کی تلقین کی جارہی ہے بلکہ صرف یہ حقیقت ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اسلامی نظام کو صرف ۳۰ سال تک محدود بتلانا علمی بددیانتی اور تاریخ سے فریب کاری ہے
- اب اگر اسلامی نظام ناقابلِ عمل اور ناممکن الوجود ہے تو پھر ایسا کونسا نظام ہے جو صحیح معنوں میں اس زمین پر کہیں نافذ ہوا ہو؟ بادشاہت کو چھوڑ کر [کہ یہ کوئی نظام ہی نہیں] ،جمہوریت یا اشتراکیت کی کوئی ایک مثال لے لیں اور ثابت کردیں کہ صحیح معنوں میں کسی ایک ملک میں کبھی ایک دن کے لئے ہی سہی یہ نظام پوری طرح نافذ ہوا ہو۔اب اگر کسی نظام کا معیاری قیام ونفاذ ہی اس کے قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہونے کی دلیل ہو تو یہ دلیل صرف اسلام کے پاس ہے۔

۴۔تربص کا رویہ

" کوئی تو آگے بڑھے اور کامیاب گامزنی کا مظاہرہ کرے، تب ہم اس جدوجہد میں شریک ہوں "

- اگر کوئی میدانِ عمل میں نظر بھی آئے تو انھیں ان کی عزیمت مشکوک نظر آتی ہے۔یہ تو وہی بات ہوئی کہ چونکہ امام کی نماز میں خلوص اور للّٰہیت کی روح نظر نہیں آتی اسلئے نماز پڑھنی ہی چھوڑ دینی چاہیئے

- اگراقامتِ دین کے داعی یا گروہ میں واقعی خامی یا خامیاں ہوں توان خامیوں کواپنی بے عملی کی سند بنانے کی بجائے ان سے دامن بچاتے ہوئے اس جھنڈے کے لے کر آگے بڑھیں اوران کے لئے عزیمت کی دعا کریں
- اس سے بھی زیادہ شرمناک وہ ذہنیت ہے جواس بات کی منتظر ہے کہ کب یہ اقامت دین کے "جھوٹے مدعی" میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں اور انھیں اپنے جذباتِ طعن و تشنیع کی تسکین کا موقع نصیب ہو بالکل سی طرح جیسے اعرابی حضور ﷺ اور آپ کے اولوالعزم ساتھیوں کے بارے میں ہلاکتوں کی راہ تکا کرتے تھے ۔"یتربص بکم الدوائر" [التوبۃ:۹۸]
-